18

بشارات کی آمد- قربانیوں کی ضرورت

(فرمودہ یکم جون ۱۹۲۳ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

پہلے تو میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ عصر کے بعد جو درس میں دیا کرتا تھا اور جو رمضان سے کچھ دن پہلے بوجہ میری علالت بند ہو گیا تھا اور رمضان میں چونکہ سارے قرآن کریم کا درس دینا میں نے حافظ روشن علی صاحب کے سپرد کیا ہوا ہے۔ اس لئے میرا درس رکا رہا اور رمضان کے بعد بھی رکا رہا۔ چونکہ ہفتہ کے دن عورتوں میں درس دیتا ہوں۔ گلے میں تکلیف ہونے کے باعث پہلے ہی دن دونوں درس نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ارادہ ہے کہ اتوار کے دن سے وہ درس شروع کیا جائے۔

اس کے بعد میں اپنی جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ تمام قسم کی قربانیاں قربانی چاہتی ہیں۔ وہ کامیابی جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مقصد ہے۔ مگر اس کے لئے بھی بتایا ہے کہ قربانی کی ضرورت ہے۔ وہ کامیابی کیا ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے بندے کو پیدا کیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا بندے سے تعلق کرنا ہے۔ لیکن اس کے لئے بھی کتنی فرمانبرداری کی ضرورت ہے۔ جب تک انسان **ایاک نعبد** کے مقام پر نہ پہنچے **اھدنا الصراط المستقیم** پر نہیں پہنچتا۔ کامل عبودیت اور کلی طور پر جھک جانا یہ دو باتیں ہیں جن کے بعد بندہ انعام کا مستحق ہوتا ہے۔ **ایاک نعبد** میں عملاً غلام بننے پر دلالت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص عملاً غلام ہو مگر دل میں خیالات مخالف ہوں۔ لوگ آباء و اجداد سے سن سنا کر حج و زکوٰۃ اور شریعت کی دوسری باتوں کو بجا لاتے ہیں۔ مگر جب تک خود ان کو ایمان نہ ہو اور ان کے خیالات پاک نہ ہوں۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ظاہر میں عبد ہوں لیکن دل دوسری طرف جھکا ہوا ہو۔ تو عبودیت نہیں کہلا سکتی۔ عبودیت یہی ہے کہ دل بھی خدا کی طرف جھکا ہوا ہو۔ اگر کوئی ہستی نظر آتی ہو تو خدا کی ہستی نظر آتی ہو۔ اس کے سوا کوئی خیال نہ ہو۔ استعانت الفاظ کو چاہتی ہے کیونکہ

خواہش اظہار کو چاہتی ہے۔ جب انسان اپنے خیالات، اعمال، اقوال سب کچھ خدا کی رضاء کے لئے قربان کردے تب وہ حقیقی عبد کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔

غرض وہ مقصد جس کے لئے خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے وہ بھی بغیر قربانی کے حاصل نہیں ہو سکتا تو دیگر امور خواہ دینی ہوں یا دنیاوی۔ کوئی ترقی ہو دینی یا دنیاوی۔ اس کے لئے کیسے قربانی کی ضرورت نہیں ہو سکتی۔ بعض کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ کہاں قربانی ہر ایک قسم کی ترقی کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ ایک امیر کا بیٹا امیر ہوتا ہے۔ بلا محنت مال و دولت کا وارث ہو جاتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ ترقی نہیں۔ اگر امیر باپ کا بیٹا اس دولت میں اضافہ کرتا ہے تو اس کو قربانی ضرور کرنی پڑتی ہے اور اگر اضافہ نہیں کرتا تو اس درجہ سے تنزل کرتا ہے۔ جس پر اس کا باپ ہوتا ہے پس امراء کے بیٹوں کا اپنے آباء کی دولت پر قابض ہونا اس امر کی دلیل نہیں کہ انہوں نے بغیر قربانی کے ترقی کرلی ہے۔ کیونکہ دیکھنا یہ ہے کہ وہ جس حالت میں تھے اس سے انہوں نے ترقی کی ہے یا تنزل۔ جب غور کیا جائے گا تو معلوم ہوگا کہ ترقی کی بجائے وہ تنزل کر رہے ہوتے ہیں جو قربانی نہیں کرتے۔ غرض مقصد کے لئے قربانی کرنی ضروری ہے کیونکہ مقصد کہتے ہیں آئندہ حاصل ہونے والی چیز کو اور وہ تبھی حاصل ہو سکتی ہے جب قربانی کی جاوے۔ پس کوئی چیز بغیر قربانی کئے حاصل نہیں ہو سکتی۔

ہم بھی ایک غرض کے لئے کھڑے ہوئے ہیں کہ دنیا میں خدا کے نام کو پھیلائیں۔ اشاعت اسلام کریں۔ ہمارا فرض ہے کہ اس غرض کے پورے کرنے کے لئے ہر قسم کی قربانی کریں ورنہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ بہت سے دوست ہیں جن کے دل میں جوش ہوتا ہے۔ وہ کوشش بھی کرتے ہیں لیکن انہوں نے سمجھا نہیں ہوتا کہ کتنا کام ہے۔ اس لئے وہ صحیح تدبیر نہیں کر سکتے۔ ایسا تو کم کوئی شخص ہوگا کہ وہ احمدی ہو اور اس کے دل میں خدمت دین کا جوش نہ ہو۔ اور احمدی جماعت میں کم ہی کوئی شخص ہوگا کہ اس نے کوئی قربانی نہیں کی۔ لیکن خالی قربانی کافی نہیں ہو سکتی بلکہ کامیابی اس طرح ہو سکتی ہے کہ قربانی مقصد کے مطابق ہو۔ مثلاً ایک شخص پڑھتا ہے وہ ایک گھنٹہ بھر پڑھتا ہے۔ مگر امتحان میں کامیاب ہونے کے لئے اس کی ایک گھنٹہ کی قربانی کافی نہیں ہو سکتی بلکہ پاس ہونے کے لئے ضروری ہے کہ سات آٹھ گھنٹہ پڑھائی پر قربان کرے تب وہ پاس ہو سکتا ہے۔

دیکھو ابھی تک غیروں کو اسلام میں لانا تو الگ رہا۔ ابھی تک وہ لوگ بھی جماعت میں سب کے سب داخل نہیں ہوئے جو اسلام کے مدعی ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے کے مدعی ہیں۔ قرآن کو ماننے کے مدعی ہیں۔ اور مدعی ہیں کہ اسلام کے لئے قربانی کریں۔ اب تک ہم

ان مدعیان اسلام کو بھی سچے طور پر خادم اسلام نہیں بنا سکے اور ہندوؤں میں سے تو بہت ہی کم لوگ ہیں جو اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فتنہ ارتداد کھڑا کر دیا ہے تاکہ وہ بتائے کہ تم کدھر جاتے ہو۔ وہ لوگ جو اسلام میں داخل تو تھے مگر بیمار تھے۔ وہ مرتد ہونے لگے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان لوگوں میں سوائے اسلام کے نام کے اور کچھ نہیں۔ مگر ان پر کیا موقوف ہے۔ ہر جگہ عموماً یہی حالت ہے کہ لوگ اسلام سے بے خبر ہیں۔ اور تو اور عربوں کی بھی یہی حالت ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ان کے استاد نے بتایا کہ عرب زندہ جانور کا گوشت کاٹ کر پکا لیتے تھے حالانکہ زندہ جانور کا گوشت کاٹ کر پکانا ظلم ہے مگر عرب اس بے خبری میں مبتلا ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ ملکانہ لوگ برائے نام مسلمان ہیں۔ ان میں بہت سی ہندووانہ رسوم ہیں۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ مسلمانوں کا حصہ نہیں تھے۔ گو وہ غیر احمدی ہیں مگر وہ مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اس لئے میں نے ان کی حفاظت کے خیال کو چھوڑ نہیں دیا کیونکہ یہ ایک تازیانہ عبرت ہے۔ وہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ ان کا ارتداد ہمارے دل کو خون کر رہا ہے۔ ہم بھی ذمہ دار ہیں۔ ایک عورت کے خواہ کتنے بچے ہوں وہ ایک کے مرنے پر مطمئن اور صابر ہو کر نہیں بیٹھ سکتی۔ ایک دفعہ ضرور اس کو دھکا لگتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون صابر ہو سکتا ہے۔

آپ کا ایک نواسہ فوت ہونے لگا۔ آپ کو آپ کی بیٹی نے بلایا۔ آپ اس کی جان کنی دیکھ کر چشم پُر آب ہو گئے۔ ایک صحابی نے جنہوں نے صبر کی تعلیم سنی ہوئی تھی۔ کہا حضور آپ کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے دل میں شفقت ہے۔ غرض دل میں صدمہ محسوس ہوا کرتا ہے۔ جس شخص کے دل پر صدمہ محسوس نہ ہو۔ سمجھو کہ اس کا دل مر گیا ہے۔ اگر کسی شخص کا بچہ ڈوب رہا ہو۔ یا مر رہا ہو یا آگ میں پڑا ہو۔ اس کا کس قدر صدمہ ہوگا؟ تو کیا ہم دیکھ سکتے ہیں کہ وہ ہزاروں لوگ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہیں آپ کی ذریت سے نکل جائیں اور آپ کو گالیاں دینے لگ جائیں۔ اس کو ہم برداشت کر سکتے ہیں۔ جو دل ایک شخص کی مصیبت کو برداشت نہیں کر سکتا وہ ہزاروں کی مصیبت کو کیسے برداشت کر سکتا ہے۔ اگر کسی شخص کو اتنے بڑے سانحہ سے صدمہ نہیں ہوتا تو عدم احساس صدمہ دو حال سے خالی نہیں۔ ایک کفر کی علامت ہے کہ ہمیں نعوذ باللہ اسلام سے محبت نہ ہو۔ کیونکہ اگر کسی سے محبت ہو تو ہو نہیں سکتا کہ اس کی مصیبت کا ہمیں احساس نہ ہو اور ہم اپنے محسن یا ہم شہر ہم محلّہ کی تکلیف کو بھی محسوس نہ کریں۔ تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ ہمارے اعصاب میں نقص ہے۔ غرض یہ حالت دو حال سے خالی

نہیں۔ اول کفر ہے بے دینی ہے۔ اگر کسی سے بھی محبت اور درد کا احساس نہیں تو یہ جنون کی علامت ہوگی۔ ممکن نہیں سچا مسلمان ہو اور اس کو احساس نہ ہو۔ صبر کرکے بیٹھنے کا یہ موقع نہیں کہ مصیبت آگئی ہو اور ہم مصیبت زدہ کو مصیبت سے نہ بچائیں۔ (کوئی شخص خطبہ میں بولا تھا فرمایا کہ خطبہ میں نہیں بولا کرتے) غرض یہ موقع ایسا نہیں جو صبر کا موقع ہو۔ نہ ایسا ہے کہ اس پر قربانی سے بچنا چاہیئے۔ بلکہ یہی وہ موقع ہے کہ اس پر ہر قسم کی قربانی کی ضرورت ہے اور ہر قسم کی قربانی کرنے والا ہی مستحق انعام ہو سکتا ہے۔ آگرہ میں بہت سی جماعتوں کے لوگ گئے اور رمضان سے پہلے یا رمضان کے بعد واپس آگئے۔ اور کچھ ایسے ہیں جو ایک دن وہاں رہے اور اخبارات میں اعلان کر دیا۔ یہ دین سے تمسخر ہے اور نمود کی خواہش ہے۔ اگر کام کرنا ضروری ہے تو اس کو کرنے کی طرح کرنا چاہیئے۔ اور اگر کرنا ضروری نہیں تو نہیں کرنا چاہیئے۔

ہمارا کام ختم نہیں ہو سکتا جب تک مرتد اسلام میں واپس نہ آجائیں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جب تک ساری دنیا اسلام کے جھنڈے تلے نہ آجائے اس وقت تک ہمارا کام ختم نہیں ہوتا۔ میں نے جب اس کام کے شروع کرنے کے متعلق درس میں اعلان کیا تھا کہ خدا کے فرستادوں کی جماعتیں جب کسی کام کو شروع کرتی ہیں تو نہیں لوٹتیں جب تک کامیاب نہ ہوں یا اسی کام پر مرنہ جائیں۔ پس ہماری جماعت کا فرض ہے کہ وہ اس کام میں پوری ہمت صرف کرے۔ اگر ہمارے مرد خدمت دین میں مرجاتے ہیں تو ہماری عورتوں کا فرض ہوگا کہ وہ اٹھیں اور خدمت اسلام کریں۔ اگر عورتیں بھی مرجائیں تو ہمارے بچوں کو چاہیئے کہ وہ اٹھیں اور کام کریں جب تک یہ حالت اور جذبہ ہماری جماعت میں نہیں ہوتا تو ہم نقال اور بھانڈ ہوں گے جو نبیوں کی جماعتوں کی نقل کرتے ہیں۔

جب خدا نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے ہمارا فرض ہے کہ اس کے بھولے ہوئے بندوں کو اس کے قدموں میں لائیں اور اس کام میں جان دیں۔ یا فتح و ظفر کے جھنڈے اڑائیں۔ اشاعت اسلام کے بارے میں ملکانوں کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ساری انسانی آبادی کو خدا کی عبودیت میں لائیں۔ جب تک یہ کام نہ ہو چکے ہمارا فرض ہے کہ جدوجہد کریں جب تک خود زندہ ہیں۔ اور پھر ہماری اولاد پر جدوجہد فرض ہے جب تک وہ زندہ ہے اور یہ سلسلہ چلتا چلا جائے جب تک کہ دنیا سے شیطان مٹ نہیں جاتا۔ جب تک یہ مقصد حاصل نہیں ہو جاتا ہمارے لئے کوئی آرام نہیں۔ دنیا کام کی جگہ ہے آرام کی جگہ عقبیٰ ہے۔

میرے نزدیک یہ کام اب شروع ہوا ہے اور کامیابی انشاء اللہ ہمارے ہی لئے ہے کیونکہ ہو نہیں سکتا کہ ایک شخص خدا کے لئے اٹھے اور خدا اس کو چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ غیور ہے۔ غیرت

مند انسان اپنا کام کرنے والے کو نہیں چھوڑتا۔ پھر خدا کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ پس جب ہم خدا کے لئے نکلے ہیں اور ہماری غرض اس کے سوا کچھ نہیں کہ دنیا اس کی عبودیت میں آجائے تو ہم امید نہیں بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ ہمیں نہیں چھوڑے گا اور ہمیں ناکام نہیں کرے گا۔

ہماری جماعت کے سوچنے کا یہ سوال نہیں کہ یہ کام کب ختم ہو گا بلکہ یہ ہے کہ وہ سوچیں کہ ان کو مزید کام کب ملے گا۔ ہاں یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے سامنے جو کام آیا ہے اس میں سے کتنے کو ہم اٹھا سکتے ہیں۔

اس وقت کام ایک خاص صورت اختیار کر رہا ہے۔ ہمیں صرف آریوں ہی سے مقابلہ نہیں علماء سے بھی ہے کہ انہوں نے آریوں کو چھوڑ کر ہمارا مقابلہ ضروری خیال کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں آریہ ہونا' چوہڑے چمار ہونا بہتر ہے بہ نسبت احمدی ہونے کے۔ یہ لوگ ہیں جو ملکانوں کو تبلیغ کرنے گئے ہیں۔ ہمارے میں سے بعض لوگ گھبراتے ہیں مگر میں ان کو بشارت دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے فضل سے مخالفین ہمارے راستہ میں روک نہیں ہونگے۔ میں نے ایک رؤیا میں دیکھا ہے اور میرے گھر والوں نے بھی دیکھا ہے کہ ملکانوں کی طرف سے خوشبو آرہی ہے اور ادھر سے خوشی کی آوازیں آرہی ہیں۔

میں نے سمجھا کہ پہلے افسوس کی خبر آئے گی اور اس کے بعد خوشی کی خبریں بھی ملیں گی۔ اسپار مرتد ہوا۔ ان کے مرتد ہونے سے افسوس ہوا۔ لیکن مجھے اطلاع دی گئی کہ اس گاؤں کو چھوڑنا نہیں۔ استقلال رکھنا یہ لوٹیں گے۔ شرط یہ ہے کہ قربانی کرنی چاہیئے۔ انشاء اللہ اور بھی آئیں گے۔ چودہری فتح محمد صاحب ابھی واپس نہیں گئے تھے کہ میں نے ان کو رؤیا سنا دی تھی۔ یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے کہ ابھی چند ہی دن گذرے ہیں کہ چودہری صاحب واپس گئے ہیں اور آج اطلاع ملی ہے کہ موضع چارلی گنج سارا اور اکرن کے ۳۲ گھر دوبارہ داخل اسلام ہوئے ہیں۔

یہ وہ مقام ہے جہاں کے ہندو افسران نے پہلے ہمارے مبلغین کی مخالفت کی تھی اور کہا تھا کہ نکل جاؤ۔ ورنہ آوارہ گردی میں تم پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ ہماری جماعت خدا کے فضل سے گھبرانے والی نہیں کیونکہ ہم لوگ قانون کے مخالف کوئی کام نہیں کرتے۔ اس لئے تھانے دار کے اس فعل کے خلاف پروٹیسٹ کیا گیا اور ریاست کے دیوان کے پاس وفد گیا۔ اس نے اس کے متعلق یقین دلایا کہ تھانے دار سے باز پرس ہوگی۔

اکرن کو ایک اور خاص خصوصیت حاصل تھی۔ وہ یہ کہ سارا گاؤں مرتد ہو گیا تھا۔ مگر ایک ۸۰ سالہ بڑھیا مسلمان رہی تھی۔ سارے گاؤں نے اس پر ظلم کیا۔ بیٹوں تک نے بائیکاٹ کیا۔ چنانچہ اس کی فصل تک کاٹنے نہیں دیتے تھے۔ ہم نے تیاری کرلی کہ اس کی فصل ہمارے مبلغ کاٹیں۔ یا

یہاں سے ایک جماعت بھیجیں جو اس کی فصل کاٹ آئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اور سامان کر دئے۔ اس پر پہرہ رکھا جاتا تھا۔ اس کو مبلغوں سے ملنے نہیں دیا جاتا تھا۔ رات کے بارہ بجے یہ مبلغین کے پاس آتی تھی۔ اور ان کو مل کر خوشی حاصل کرتی تھی۔ اس کو دین کا اتنا جوش تھا کہ میاں یوسف علی صاحب بی۔اے جو ہماری طرف سے وہاں مبلغ ہیں ان سے اس نے کہا کہ بیٹا اگر تم جو ملکانوں کو دین سکھانے آئے ہو۔ دین اسلام کو چھوڑ دو۔ تب بھی میں نہیں چھوڑوں گی۔ یہ ایک مخلص عورت ہے اور مردوں سے بہادر ہے۔ اب یہی عورت جس کو مرتد ہو کر ملکانے کمزور سمجھتے تھے۔ زیادہ مضبوط ثابت ہوئی۔ یہ لوگ اس کی عزت کریں گے۔

اسپار کے موقع پر ہمیں ایک افسوس پہنچا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں بشارت دی ہے مگر جب تک سارا علاقہ واپس نہ آجائے ہم خوش نہیں ہو سکتے۔ ہم اکرن کے واپس آنے سے زیادہ خوش ہو کر خاموشی اور اطمینان نہیں حاصل کر سکتے کیونکہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ فتح شدہ علاقہ واپس بھی ہو جایا کرتے ہیں بلکہ اب ہماری ذمہ داری بڑھ گئی ہے۔ اس فتح نے موقع کو نازک اور ہماری ذمہ داری کو اہم کر دیا ہے۔ اس لئے آنے والے خطرات کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔

اس لئے ہماری جماعت کو چاہیئے کہ جن احباب نے اب تک زندگیاں وقف نہیں کیں۔ وہ زندگیاں وقف کریں۔ اور جنہوں نے باوجود استطاعت کے کم از کم سو روپیہ نہیں دیا۔ وہ دیں۔ ہمارے زمیندار بھائیوں نے اب تک اس میں زیادہ حصہ نہیں لیا اور ان کا عذر معقول تھا کہ فصل نہیں اٹھائی تھی۔ اگر پنجاب کی یہ ضرب المثل درست ہے کہ آدھی ذات جاٹ ہے باقی سب راجپوت ہیں۔ اس لئے دوسرے مسلمانوں کی نسبت راجپوتوں کو ان کے بھائیوں کی حالت پر توجہ دلاتا ہوں کہ چندہ دیں۔ اگرچہ ہمارے مبلغین آنریری کام کرتے ہیں اور اس طرح کام کرتے ہیں کہ دوسروں کو اس کی مثال بہت کم مل سکتی ہے۔ اکیلے بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی ہی کے سفروں کو اگر دیکھا جائے تو فی مہینہ ہزاروں میل وہ پیدل سفر کرتے ہیں اور متواتر چار چار دن تک سفر کرتے رہتے ہیں باوجود اس کے انہی سفروں کو دیکھا جائے جو خاص ہماری ہدایت کے ماتحت کئے جاتے ہیں اور کتابیں اور ٹریکٹ اور اشتہارات کے اخراجات کو دیکھا جائے اور ان دوماہ کے خرچ کی اوسط نکالی جائے تو تین ہزار سے زیادہ خرچ ہو چکا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ ہمیں کم از کم ۸۰۔۹۰ ہزار کی ضرورت ہوگی۔ اگر ہم خاص ہمت اور قربانی سے کام نہ کریں گے تو یہ کام کیسے ہوگا۔

اس میں شک نہیں ہماری جماعت بڑی مالی قربانیاں کرتی ہے۔ لیکن ان انعامات کے مقابلہ میں جو ہمیں ملیں گے۔ اس کو قربانی کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اور مجھے تو پسینہ آجاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ اس کو قربانی قرار دیتا ہے ورنہ سب کچھ اسی کا ہے جو ہم خرچ کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کے فرشتے بشارتیں پھیلا رہے ہیں۔ آج ہی ایک شخص کا بنوں سے خط ملا ہے جس میں اس نے اپنی ایک رؤیا لکھی ہے کہ روشندان سے ایک لفافہ ملا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ ایک شخص مسلمان ہو گیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرے دل میں ڈالا گیا کہ جمعہ کے دن یہ بشارت ملے گی چنانچہ یہ خوشخبری بھی جمعہ ہی کے دن پہنچی ہے۔ اور بھی لوگوں کو خوشخبریاں ملی ہیں۔ غرض خدا کے فرشتے زور سے کام کر رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں اپنی قربانی کی رفتار کو تیز کر دینا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے کام میں ہماری ہمت میں برکت دے اور ہمیں اپنے فضلوں کا وارث بنائے اور ہم اس کے دین کو دنیا میں پھیلائیں اور قائم کر دیں اور وہ ہم سے خوش ہو جائے اور ہم اس سے راضی ہو جائیں۔ آمین ثم آمین

(الفضل ۱۱ر جون ۱۹۲۳ء)